بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تصریحات

پندرہ ستمبر سوموار جنوبی کوریا کے سرحدی علاقے اور اس ٹرمینل کو دیکھنے کے لیے مخصوص تھا جو شمالی اور جنوبی کوریا کی جنگ کے دوران کھولا گیا تھا۔ دس بجے لوگ روانہ ہونے لگے لیکن میں نے وہاں جانے کی بجائے سیول میں گھومنے اور کورین معاشرت کا مطالعہ کرنے کو ترجیح دی۔

رابطہ عالم اسلامی کی ایشیائی شاخ کے سیکرٹری جنرل، اور اسلامی نظریاتی کونسل کے سابق سربراہ جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب جو رابطہ کی نمائندگی کر رہے تھے انہی خیالات کا اظہار کیا۔ چنانچہ ہم مقررہ پروگرام سے ہٹ کر سیول دیکھنے کے لیے چل نکلے۔

شمالی کوریا سے تعلقات کی بنا پر جنوبی کوریا سے ہمارے باقاعدہ سفارتی تعلقات تو نہیں ہیں البتہ تجارتی معاملات کی نگرانی کے لیے حال ہی میں وہاں قونصل جنرل کا تقرر کیا گیا ہے اور قونصل خانہ کے لیے عمارت بھی کرایہ پر لے لی گئی ہے۔ بشیر احمد بھٹی جو لاہور سے تعلق رکھتے ہیں بطور قونصل وہاں موجود ہیں اس دن کے لیے انھوں نے اپنی گاڑی بھیج دی اور ہم نے دوپہر کا کھانا اور نماز ظہر بھی وہیں ادا کی۔ ظہر کے بعد سیول سٹی سنٹر کی طرف نکل گئے، میں حسب معمول سلوار قمیص اور سر پر جناح کیپ پہنے ہوئے تھا چنانچہ جب ہم ایک خریداری کے مرکز پہنچے تو ہمیں دیکھنے کے لیے لوگوں کے ٹھٹ لگ گئے کہ وہاں اس سے پیشتر شائد کسی پاکستانی کو انھوں نے پاکستانی لباس میں نہیں دیکھا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ کورین مسلم فیڈریشن کے اجتماعات کی تصویروں اور ٹیلیویژن رپورٹوں میں انھوں نے ہم کو دیکھا تھا اس لیے ہم جس دکان پر بھی گئے انھوں نے اسلام، پاکستان کا نام لیا گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ یہ لوگ اسلام اور پاکستان کی نمائندگی کرنے کوریا میں آئے ہیں اور مجھے اسلام اور پاکستان کی یہ آمیزش کتنی ہی بھلی لگی۔ چیمہ صاحب مسکرا کر کہنے لگے تم تو اپنے لباس کی بنا پر چلتے پھرتے اسلام اور پاکستان کی تبلیغ و اشاعت کا اشتہار بن گئے ہو۔

ساتھ ہی ساتھ لوگ ٹوٹی پھوٹی اور ملی جلی انگریزی میں اسلام اور پاکستان کے بارہ میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے اور سیول کی مسجد کے متعلق اپنی باخبری اور کورین مسلم فیڈریشن کے متعلق اپنی آگہی کا ذکر کرتے۔ چونکہ کوریا میں تعلیم عام ہے شاید ۹۰ فی صد لوگ پڑھے لکھے ہیں اور ہر آدمی اخبار پڑھتا، ریڈیو سنتا اور ٹیلیویژن دیکھتا ہے اس لیے ملک میں ہونے والے تمام واقعات اور اجتماعات پر ان کی نظر رہتی ہے۔

سیول کے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہمیں اس بات کا بھی اندازہ ہوا کہ مجموعی طور پر کوریا کے لوگ بہت دھیمے اور ٹھنڈے مزاج کے ہیں۔ گفتگو میں نہ کوئی تیزی ہے اور دکانداروں میں نہ روایتی چڑچڑاپن، ہنس مکھ، متواضع اور محنت کش۔ شاید یہی سبب ہے کہ اس وقت مشرق وسطیٰ میں سب سے زیادہ مانگ کورین مزدوروں کی ہے، اس وقت سعودی عرب میں ان کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ اسی طرح خلیج کے دوسرے ممالک بھی ان کی طرف زیادہ ملتفت ہیں۔ ہماری وہاں موجودگی میں ہی قطر کے وزیر محنت کورین مزدوروں کی ایک بڑی کھیپ اپنے ملک کے لیے لینے وہاں آئے ہوئے تھے۔ کویت اور لیبیا وغیرہ بھی اس قسم کے معاہدے کر چکے ہیں۔ بہرحال عصر تک ہم سیول کے بازاروں میں گھومتے گئے جن میں سے بیشتر بازار زیر زمین تھے۔ اس اثنا میں جب کہ ایک بڑے اسٹور سے نکل اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے اچانک زور زور سے خطرے کے سائرن بجنے لگے، آن واحد میں بازار خالی ہو گئے گاڑیاں جہاں تھیں وہیں رک گئیں۔ ہر چیز اپنی اپنی جگہ ساکت ہو کر رہ گئی اور لوگ چند لمحات میں زیر زمین پناہ گاہوں میں یا بڑی بڑی عمارتوں میں چلے گئے۔ ہم بھی حیران و ششدر ایک بڑے سٹور میں گھس گئے۔ یا الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ نہ جنگ کی کوئی خبر نہ افواہ نہ کوئی اور معاملہ یہ یکایک خطرہ کہاں سے آن ٹپکا۔ آدھ گھنٹہ بعد جب دوسرا سائرن بجا اور لوگ باہر نکلے تو اپنی گاڑی میں بیٹھ کر ہم نے ڈرائیور سے پوچھا تو اس نے ہمیں اور حیرت زدہ کر دیا کہ خطرہ وغیرہ تو کچھ نہ تھا مگر شمالی کوریا سے تعلقات کی خرابی کی بنا پر اس طرح بچاؤ کی مشقیں برسہا برس سے جاری ہیں اور لوگ اسی طرح پوری پابندی سے ان پر عمل کرتے ہیں جس طرح عین جنگ کے ایام میں کیا جاتا ہے اور میں پھر اپنے ملک اور اس کو درپیش حالات و خطرات اور اس پر چھائی ہوئی گھٹاؤں میں بھٹکنے لگا کہ کہاں ہم جنھیں ان کے دین اور دین کے لانے والے نے ہر لمحہ چوکس رہنے کا حکم دیا اور کہاں ہماری بے حسی اور بے اعتنائی اور

کہاں یہ اسلام سے ناآشنا اور بے خبر قوم اور دشمن اور اس کے مسلط کیے ہوئے خطرات سے نبٹنے کے لیے ہر دم تیار، ہر گھڑی ہوشیار قوم! نماز عصر ہم نے جامع مسجد سیول میں ادا کی۔ دیر تک وہاں بیٹھے کلام پاک کی تلاوت کرتے رہے آخرش نماز مغرب ادا کر کے وہاں سے نکلے۔ راستہ میں امریکن قوم کے سپوتوں کی مستیوں اور خرمستیوں کے دل دوز اور جگر سوز اور شرمناک مناظر بھی دیکھنے میں آئے کہ امریکی فوجی اڈہ ہونے کی بنا پر سیول کی معاشرت کس تباہی اور بربادی کا شکار ہوئی ہے کہ یہ بدبخت قوم جہاں بھی جاتی ہے وہاں اپنے اثرات بھی مرتب کیے بغیر نہیں رہتی چاہے وہ بنکاک ہو چاہے منیلا چاہے سیول۔ شاید ایسی ہی قوموں کے متعلق رب نے کہا تھا۔

اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة و

كذالك يفعلون۔

جب وہ کسی بستی میں جاتے ہیں تو اسے فساد کا گہوارہ بنا دیتے ہیں اور اس کے معزز باسیوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور ان کی یہی روش چلی آ رہی ہے۔

حیات ہوٹل میں ہی آج کی شب وزیر ثقافت و اطلاعات کی طرف سے مسلم وفود کے اعزاز میں عشائیہ ترتیب دیا گیا تھا، اس عشائیہ میں شرکت کے بعد یہ احساس اور پختہ ہوا کہ رب کی کریمی اور رحیمی سے جو مذہب کی محبت اور تعلیمات دینی کا احترام پاکستانی قوم کے حصہ میں آیا ہے وہ کسی دوسرے کے حصہ میں کم ہی آیا ہوگا۔

اسی رات مختلف وفود رخت سفر باندھنے لگے۔ میرا ارادہ بھی اسی رات کوچ کا تھا لیکن مجھے یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ صبح ۱۶ ستمبر کوریا کے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے مختلف ملکوں کے جن افراد کی ملاقات ہے ان میں آپ کا نام بھی ہے۔

صبحدم نماز اور ناشتہ سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے کہ کورین احباب آ گئے اور ان سے مختلف موضوعات اور خصوصاً کوریا میں اسلام کے مستقبل اور اسلامی تعلیمات کی ترویج واشاعت پر گفتگو ہوتی رہی۔ مقامی وقت کے مطابق تقریباً دس بجے صبح پروٹوکول آفیسر ہوٹل کے لاؤنج میں پہنچ گئے اور ہمیں روانگی کے لیے کہا گیا۔ اس سے پیشتر ایک ایک شخص کی شناخت کی گئی اور مجھے حیرت ہوئی کہ نو کے نو افراد جو صدر کوریا سے ملاقات کے لیے جا رہے تھے ان سب کی تصاویر وغیرہ ان کے پاس موجود تھیں جبکہ نہ مجھ سے اور نہ ہی کسی دوسرے

نمائندہ وفد سے باضابطہ فوٹو مانگی گئی تھی۔ اسی طرح کڑی جانچ پڑتال پر بھی بہت حیرت ہوتی جو کئی مرحلوں پر مشتمل تھی۔

ان تمام مراحل سے گزرتے ہوئے صدر کے ملاقاتی کمرہ میں پہنچے وہاں وزیر ثقافت و اطلاعات کے علاوہ کچھ دیگر جرنیل اور حکومتی افسران بھی موجود تھے۔ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے جہاں دیگر بہت سے امور پر گفتگو کی وہاں اس خواہش کا بھی اظہار کیا کہ پاکستان ہمارے ساتھ باقاعدہ سفارتی تعلقات استوار کرے کہ ہم مشترک دشمن کمیونزم سے برسرپیکار ہیں نیز روحانی اور اخلاقی اقدار پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک میں اسلامی نظریہ حیات کے مبلغین اور داعیوں کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں مدد دے رہے ہیں اور پاکستان کو ایک اسلامی نظریاتی ریاست ہونے کے ناطے دوسروں کے مقابلے میں ہمارے ساتھ اپنے تعلقات کی استواری کو ترجیح دینا چاہیے۔

کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد ملاقات کا وقت ختم ہو گیا اور ہمیں وہاں سے سیدھا سیول بلدیہ کے دفتر لے جایا گیا وہاں سیول کے میئر اپنے دیگر رفقاء اور معززین کے ہمراہ وفد کے استقبال کے لیے موجود تھے وہیں پر ہمیں سیول کی چابی اور اعزازی شہریت دی گئی۔ وہاں سے سب احباب اپنے اپنے پروگراموں پر چلے گئے۔ کچھ سیدھے ہوائی اڈہ چلے گئے۔ ہمارا سفر دوسرے دن تھا، دن بھر سیول میں گھوما گئے۔ دوسرے دن صبح کورین ایرلائن پر سوار ہو کر ٹوکیو کے لیے چل نکلے۔